محمد عالم مختارحق

اِنَّہ شَیْءٌ عُجاب

''گنجینۂ مہر'' ان مکاتیب گرامی قدر کا خزینۂ گوہر ہے جو نابغۂ عصر مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے راقم الحروف کو بعض علمی استفسارات کے جواب میں کم وبیش گیارہ برس کے عرصہ میں تحریر فرمائے۔ یہ مکاتیب اتنے دلچسپ اور معلومات افزا ہیں کہ خود مکتوب نگار ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، وہ اس طرح کہ میں نے یہ جملہ مکاتیب ایک کاپی میں نقل کر کے نظرِ ثانی کی خاطر آپ کی خدمت میں بھیج دیے تھے۔ آپ نے دورانِ مطالعہ اپنے جن جذبات کا اظہار کیا، وہ ہدیۂ قارئین ہیں:

> ''آپ کے مرتبہ مکاتیب دیکھے۔ حیران رہ گیا۔ مجھے قطعاً یقین نہ آیا کہ میرے لکھے ہوئے ہیں لیکن میرے خاص فقرے، خاص الفاظ، اسلوب تحریر سب کچھ ان میں موجود ہے۔ خدا ہی ہے جو اپنی رحمتِ خاص سے سب کام لے لیتا ہے۔ یہ چھپ جائیں تو خدا شاہد ہے کہ بڑے ہی نافع ہوں۔''

آپ کے ان حوصلہ افزا کلمات سے میں نے ان مکاتیب کو طبع کرانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ یہ مکاتیب ماہنامہ ''الرشید'' لاہور (مدیر: عبدالرشید ارشد) میں مارچ ۱۹۹۲ء سے مارچ ۲۰۰۳ء تک بالاقساط چھپتے رہے جن کی مزید اشاعت بوجوہ منقطع ہوگئی۔ بعدازاں جملہ مکاتیب جناب ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے ایما پر کتابی صورت میں دو جلدوں میں انھی کے ادارہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کی جانب سے ۲۰۰۸ء میں اشاعت پذیر ہوئے۔ میں نے ان مکاتیب کا ایک سیٹ محترم جناب مختار الدین احمد صاحب سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ان کے تاثرات معلوم کرنے کی غرض سے ارسال کر دیا۔ انھوں نے مطالعہ کے بعد جس انداز میں اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا، یہ مکاتیاتی لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اس مکتوب کی کیا تعریف کروں، مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔ تو آیئے خوانندگانِ گرامی قدر! اب اس مکتوب کا مطالعہ فرمائیں جس کے استقبال میں یہ سطور وجود پذیر ہوئیں البتہ آخر میں اپنی ایک دلی آرزو کا اظہار لازمی سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم غیب سے کوئی ایسا سامان مہیا کر دے کہ میں ''گنجینۂ مہر'' کا ایک ایڈیشن ناشر کے تعاون سے چھاپ کر ان قارئین کرام کی خدمت میں اس کا ایک ایک نسخہ ''تحقیق'' کی وساطت بلا معاوضہ پیش کروں جنھوں نے اس مکتوب کا مطالعہ کیا تا کہ وہ اصل خطوط ان پر راقم کے حواشی اور پھر ان دونوں پر مکتوب نگار کا محاکمہ اور پھر اس تبصرہ کی روشنی میں راقم کی تصریحات مطالعہ فرمائیں۔ تب جا کر انھیں معلوم ہوگا کہ

بلبل چہ گفت، گل چہ شنید وصبا چہ کرد

علی گڑھ
۱۳؍نومبر ۲۰۰۹ء

مختار الدین احمد
سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرمی مولانا محمد عالم مختار حق صاحب السلام علیکم

''گنجینۂ مہر'' آپ نے نومبر ۲۰۰۸ء میں بھیجی تھی۔ میں نے وصول کرتے ہی آپ کو اس کی رسید بھیج دی تھی اور شکریہ ادا کر دیا تھا اور یاد آتا ہے کہ چند تاثراتی کلمات بھی اس کے بارے میں لکھ دیے تھے، لیکن آپ کے خطوط آئے کہ میں کچھ تفصیل سے اس پر لکھوں، مصروفیات اور دوسرے اسباب کے بنا پر اس کا موقع نہیں مل رہا تھا، آج میں نے آپ کی کتاب اٹھالی ہے، اس سلسلے میں جو جو باتیں خیال میں آتی رہیں گی بلا تکلف لکھتا جاؤں گا:

ص ۱۲ سطر ۶، (جلد اوّل) ملا محب اللہ بہاری میرے بزرگوں میں تھے ان کے حالات مآثر الکرام (غلام علی آزاد بلگرامی) اور نزھۃ الخواطر (جلد ۶) (مولانا عبدالحئ حسنی) میں آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔

ص ۱۸ نیچے سے چھٹی سطر، خواجہ حافظ کی مشہور غزل: حسن زبصرہ..... چہ بوالعجبی است'' یہ شعر تو اقبال کا ہے، کیا یہاں کچھ عبارت چھوٹ گئی ہے۔

ص ۲۵ آخری سطریں، دِسنہ کا پورا کتب خانہ (ڈاکٹر) ذاکر (حسین) صاحب کی توجہ سے کتب خانۂ خدابخش میں آ گیا ہے۔ دِسنہ میری نانیہال (استھانواں) سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے، کم عمری میں وہاں اکثر جاتا رہا ہوں، ایک بار سید صاحب (سلیمان ندوی) سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو اس زمانے میں دارالمصنفین سے تعطیلات گرما میں دسنہ آئے ہوئے تھے۔ گیلانی ۲ (جہاں کے مولانا مناظر احسن گیلانی تھے) بھی میرے وطن کے بالکل قریب ہی واقع ہے، وہیں پر ایک گاؤں شکراواں ہے یہ بات آپ کی دلچسپی کے لیے لکھ رہا ہوں کہ وہاں ایک عالم (مولانا رفیع الدین) کا بہت مشہور کتب خانہ تھا جو نفائس کتب اور نادر عربی کتابوں، عربی مخطوطات کی وجہ سے کافی اہمیت رکھتا تھا، فن حدیث کی بہت اہم کتابیں اس کتب خانہ میں تھیں، ابومحفوظ الکریم معصومی مرحوم نے رسالہ برہان (دہلی) میں اس کتب خانے پر ایک مضمون لکھا تھا کہیں مل جائے تو دیکھیے گا۔

ص ۲۷ آخری سطر، پروفیسر مسعود حسن رضوی کی ''متفرقات غالب'' مولانا امتیاز علی عرشی مرحوم کے زیر اہتمام رامپور سے شائع ہوئی تھی انھوں نے غالب کا ایک شعر اور خط کا ایک فقرہ حذف کر دیا تھا مجھے اس بات کے جاننے کا اشتیاق رہا کہ محذوفات کیا ہیں، میں نے رضوی صاحب کو خط لکھ کر پوچھا، انھوں نے لکھا شعر یہ ہے

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں   علی سے بغض کرے اور خطا کہیں اس کو

اور فارسی خط اس موقع کا ہے جب ناسخ یا کسی نے انھیں مشورہ دیا کہ آپ حیدرآباد جا کر مہاراجا چندولال کا تقرب حاصل کریں، انھوں نے جواب میں لکھا تھا کہ میں جب تک اس کے پاس پہنچوں گا وہ جہنم رسید ہو چکا ہوگا۔''

تا..... او بجہنم می رسد''

''متفرقات غالب'' کا دوسرا ایڈیشن دبستان لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، معلوم نہیں اس میں یہ شعر اور فارسی فقرہ درج کیا گیا ہے یا اب بھی محذوف ہے۔

ایضاً نیچے سے چوتھی سطر، ''باغ دودر'' کے مطالعے کا مجھے ۱۹۶۰ء سے بہت پہلے ہی اتفاق ہوا تھا۔ ڈاکٹر وزیرالحسن عابدی (لاہور) کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا، عرشی صاحب مرحوم کے اصرار پر انھوں نے اسے ان کے پاس بھیج دیا تھا، مجھے معلوم ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ اسے ایڈٹ کر دیجیے میں احوال غالب اور نقد غالب کے بعد تیسرے مجموعہ مضامین ''گنجینۂ غالب'' میں شائع کر دوں گا۔ (پہلے اس کتاب کا نام ''افکار غالب'' رکھا تھا، پھر معلوم ہوا کہ اس نام کی ایک کتاب شائع ہوگئی ہے تو نام بدل کر ''گنجینۂ غالب'' رکھ دیا)، عرشی صاحب آمادہ ہوگئے انھوں نے بہت محنت سے مکاتیب کی نقل تیار کی متن مرتب کیا اور ان پر حواشی لکھے اور مجھے بھیج دیے، میں غالب کے ان خطوط پر مولانا عرشی کے حواشی پڑھ کر بہت خوش ہوا، اواخر ۱۹۵۳ء میں یورپ جانے سے پہلے ''گنجینۂ غالب'' کے سارے مسودات قاضی عبدالغفار صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو کے حوالے کر دیے، انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ نقد غالب کی طرح ''گنجینۂ غالب'' بھی مکتبۂ جامعہ کے زیر اہتمام شائع ہوگی، ان دونوں کتابوں کی طباعت کا انتظام و انصرام وہاں کے ایک لائق کارکن ولی شاہ جہاں پوری صاحب کر رہے تھے، یورپ میں میں سمجھتا رہا کہ اس تیسری کتاب کی کتابت ہو رہی ہے اور زیر طبع ہے، لیکن جب میں ۱۹۵۶ء میں یورپ سے واپس آیا (اس درمیان میں قاضی صاحب وفات پا چکے تھے) تو معلوم ہوا کہ کتاب کیا چھپتی اس کتاب کے مسودات ہی گم ہیں، گنجینہ کے یہ مضامین نوادر غالب اور غالب پر کتابوں کے تبصروں پر مشتمل تھے۔ یہ بہت ہی قیمتی ادبی علمی ذخیرہ تھا، ہندوستان اور پاکستان کے متعدد اصحاب قلم سے میں نے مضمون لکھوائے تھے ان کے ضائع ہونے کا بہت افسوس ہوا، خیر بڑی تگ و دو اور تلاش کے بعد چند مضامین مجھے حاصل ہوئے ان میں عرشی صاحب کا مرتب کردہ ''باغ دودر'' بھی تھا، میں چاہتا تھا کہ ''گنجینۂ غالب'' نہ سہی اس کتاب کو علیحدہ سے شائع کر دوں، تاخیر ہوئی تو عرشی زادہ اکبر علی خاں نے اسے منگوا لیا یہ ان کی چیز تھی میں نے انھیں فوراً بھیج دی انھوں نے پاکستان کے کسی رسالے میں یہ خطوط[۱۴] شائع کرا دیے۔

ص ۲۸ سطر ۱۲، اورینٹل کالج میگزین کے ایڈیٹر پروفیسر محمد شفیع تھے میرے دو مضمون بھی انھوں نے چھاپے تھے، جب اس کے ایڈیٹر بعد کو ڈاکٹر سید عبداللہ ہوئے تو شفیع صاحب نے ضمیمہ اورینٹل کالج شائع کرنا شروع کر دیا اور اس میں بہت اہم مضامین اور نادر متون شائع کیے۔

ص ۳۲ وسط سطر، تاج العروس یہ قاموس کی شرح ہے لیکن ایک مستقل کتاب ہے اور بہت اہم، پہلے بھی سات آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی تھی اور اب اس کا تنقیدی ایڈیشن کویت سے چھپنا شروع ہوا ہے جس کی بیس سے زیادہ جلدیں میں دیکھ چکا ہوں اور اشاعت کا سلسلہ ابھی جاری ہے، متعدد عرب فضلاء اس کی ترتیب و تصحیح میں مصروف ہیں۔ مولانا مہر کے سامنے یہ مجلدات نہیں تھے، اس لیے شاید انھیں اس کی اہمیت کا پورا اندازہ نہ ہو سکا۔

ص ۳۱ سطر ۹، قیمت زیادہ نہ تھی پھر بھی اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی خریداری کے لیے پنجاب یونیورسٹی کے طلباء و اساتذہ کو خاص رعایت ملی ہوئی تھی، ان سے نصف قیمت لی جاتی تھی، اس سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

ص ۳۲ سطر ۱، ایک کراسے کی قیمت پانچ روپیہ تھی، آپ نے اسے بہت زیادہ بتایا ہے، میرے خیال میں زیادہ نہیں تھی، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جدید ایڈیشن جو بریل (ہالینڈ) شائع کرتا تھا کتب فروش بلیک ویل (آکسفرڈ) سے

ایک گنی تقریباً پندرہ روپیہ میں میں خریدتا تھا، انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی مجموعی قیمت تیرہ سو روپے اس لیے تھی کہ اس کے نسخے بڑی تعداد میں چھپتے تھے اور دنیا بھر میں فروخت ہوتے تھے۔

ص۳۳ نیچے سے سطر ۶، حرف ت سے طباعت شروع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ الف اور بے کے مضامین تیار نہ تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

ص۳۹ نیچے سے سطر ۵، لغت کے متعلق آپ کے نام مولانا مہر کا خط غالباً ضائع ہوگیا۔ (یقیناً)

ص۴۰ سطر ۵، ہمشیرہ مروج ہے، ''ہمشیر'' غالب کے ایک خط میں آیا ہے۔ کسی کے لیے انھوں نے لکھا ہے: وہ میرا ہمشیر تھا۔

ایضاً سطر ۶، اس آخری چیز: کس چیز۵ پر؟ یہاں آپ کا نوٹ ہونا چاہیے تھا۔

ص۴۱ سطر ۸، حیرت ہے کہ مولانا مہر نے ''نوراللغات'' خریدنے کا آپ کو مشورہ نہیں دیا، متداول اردو لغات میں نوراللغات کو میں نے بہت مفید پایا۔

ص۴۴ رسالہ ''معارف'' کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ رسالہ پہلے علی گڑھ بعد ازاں پانی پت سے شائع ہوتا رہا، بھائی! معارف (علی گڑھ) کا معارف (اعظم گڑھ) سے کوئی تعلق نہیں، آخرالذکر رسالہ اعظم گڑھ سے شائع ہوا اور اب تک وہیں سے شائع ہو رہا ہے۔

ص۵۸ سطر ۳، صیہونیت، صیہون: صحیح صہیونیت۶ اور صہیون ہے، حیرت ہے کہ یہ غلط تلفظ مولانا کی زبان پر کیسے آ گیا، آپ نے بھی توجہ نہیں کی، یا یہ طباعت کی غلطی ہے؟

ص۶۰ سطر ۱۵، آخر کلام میں ہندسہ بارہ کے بارے میں بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ بارہ کا ہندسہ ''حد'' کے لیے ہے ح=۸، د=۴، =۱۲، مطلب یہ کہ بات یہاں ختم ہوگئی۔

ایضاً آخری سطر، رپورتاژ: یہ فرانسیسی لفظ ہے جو خاصا مروج ہوگیا ہے۔

ص۶۱ سطر ۴، نفح الطیّب، صحیح لفظ نفح الطیب بغیر تشدید کے ہے، آپ نے بھی نفح الطیّب ۷ ہی لکھا ہے۔

ص۶۳ سطر ۷، یہاں مولانا سے مراد پروفیسر محمد شفیع ہیں، ویسے مولانا مہر جب صرف مولانا لکھتے ہیں تو اس سے مراد مولانا ابوالکلام آزاد ہی ہوتے ہیں۔

ایضاً آخری پیراگراف، تذکرۂ ''میخانہ'' نسخۂ علی گڑھ میں جا بجا کچھ اضافات ہیں جو نسخۂ شفیع میں نہیں ہیں میں نے کسی زمانے میں مطبوعہ کتاب پر جو مولانا آزاد لائبریری میں تھی بڑی محنت سے یہ سارے زیادات نقل کر لیے تھے اور انھیں افادۂ عام کے لیے شائع کرنے کا ارادہ تھا لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔ اب حال میں کتب خانے میں اس مطبوعہ نسخے کو تلاش کیا تو وہ نہیں ملا، کسی صاحب نے اسے اپنے پاس رکھنا زیادہ موزوں سمجھا۔

ص۶۴ نیچے سے سطر ۷، رقعات عالمگیری کے وہ دو تین فقرے۸ واقعی بہت جامع ہیں، کاش آپ یہاں فٹ نوٹ میں یہ فقرات نقل کر دیتے۔

ص۶۹ سطر ۴، مجھے یہ شعر اس طرح یاد ہے:

تو برائے وصل کردن آمدی ۹نہ برائے فصل کردن آمدی

ص ۷۰ سطر۹، اعتراف بہرحال احسن طریق ہے، مولانا نے یہ بڑے پتے کی بات لکھی ہے، میں نے عمر بھر اسی پر عمل کیا اور فائدے میں رہا، افسوس ہے کہ یہ کتاب ''رسول رحمت ۱۰'' اب تک میری نگاہ سے نہیں گزری۔

ص ۷۴ سطر۹، ''صحیح لفظ کہا ہے ۱۱''، یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا۔

ص ۷۷ نصف صفحہ، ''قرابین''، ہمارے بچپن میں خدا بخش لائبریری کے ایک بڑے ہال کی ایک الماری میں مختلف قسم کی قدیم بندوقیں اور قرابین رکھی ہوئی تھیں، مختلف سائز اور مختلف وضع کی۔ اب اس کا رواج قطعاً ختم ہو گیا۔

ایضاً آخری سطر اسمتھ (Smyth) کی انگریزی کتاب پنجاب اور سکھوں کے حالات پر انگلستان میں میری نظر سے گزری تھی، اس کے عکس بنوانے کا ارادہ تھا لیکن موقع نہ مل سکا، اگر بنوا کر اپنے ساتھ لاتا تو اس کی عکسی نقل آپ کو بھیجتا، اب بھی خیال رکھوں گا، شاید کلکتہ میں اب بھی مل جائے، آپ پاکستان میں تلاش کریں، یہ کتاب پھر پڑھنے اور اپنے پاس رکھنے کے لائق ہے۔

ص ۸۰ مولانا نے نماز کے بارے میں بڑی اہم بات لکھی ہے، اسی طرح دعاء کے بارے میں جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ بہت قابل توجہ ہے۔

ص ۸۴ سطر۱۰، مولانا عبدالرؤف داناپوری کی ''اصح السیر'' واقعی سیرت میں بہت اہم کتاب ہے۔ مولانا شبلی کی بعد کی جلدوں سے کہیں بہتر، مولانا ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والوں میں تھے اور میرے مکان ظفر منزل (شاہ گنج مہندرو پٹنہ) سے دو چار میل کے فاصلے پر داناپور میں رہتے تھے، میں نے انھیں بہت دیکھا ہے، بہت گراں گوش تھے، اس زمانے میں (۱۹۳۵ء۔۱۹۴۰ء) میں سماعت کے لیے جدید آلے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ مولانا اپنے ہاتھ میں پیتل کا بھونپو لیے رہتے تھے، اس کے بغیر سننا ان کے لیے تقریباً ناممکن تھا، بعد کو وہ کلکتہ منتقل ہو گئے تھے ان کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

سیرت کی کتابوں میں سیرت ابن ھشام ۱۲ بھی قابل ذکر ہے، اس کا انگریزی ترجمہ بھی لندن سے شائع ہو گیا ہے، میں نے ایک زمانے میں اپنے ایک شاگرد پروفیسر کفیل احمد قاسمی سے جو بعد کو صدر شعبۂ عربی ہوئے اس کا اپنی زیر ہدایت ترجمہ کرانا شروع کیا تھا لیکن کسی نے اطلاع دی کہ یہ کام پاکستان میں ہو رہا ہے تو وہ کام روک دیا گیا۔ اس ضخیم کتاب کی اشاعت کے لیے جو وسائل وہاں لوگوں کے پاس ہیں وہ ہمارے پاس نہیں تھے۔

ص ۹۳ سطر۷، سیرت نام کی کتابوں میں سیرت عمر بن عبدالعزیز (مولانا عبدالسلام ندوی) اور سیرت محمد علی (رئیس احمد جعفری) کے نام اس وقت یاد آتے ہیں۔ یہ مشہور کتابیں ہیں۔ سیرت کا لفظ صرف آنحضرت ﷺ کے لیے مخصوص نہیں۔

ص ۹۴ سطر۱۳، مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم کے بارے میں یہ کہنا کہ مناظروں میں کوئی شخص ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا تھا، اس سے بہتوں کو اتفاق نہیں ہوگا۔

ص ۹۵ سطر۳، ''Mohd'' دراصل اسم مبارک کے بجائے اس کا ''خلاصہ'' نہیں جیسا کہ مہر صاحب نے لکھا ہے۔ مخفف شاید صحیح لفظ ہوگا۔

ایضاً نیچے سے سطر ۷، اپنے وطن ''گیلان'' چلے گئے، اس گاؤں کا نام ''گیلانی'' ہے، گیلان نہیں، میری نانیہال استھانواں سے بالکل قریب ہے، ''دسنہ'' (وطن مولانا سید سلیمان ندوی) بھی بالکل قریب ہے، ہاں میں مکاتیب گیلانی مرتب کر رہا ہوں، ان کے کہیں کچھ خطوط ملیں تو اطلاع دیجیے، کئی سو خط جمع کر لیے ہیں۔

ص ۹۹ سطر ۱۰، کچھ اصحاب نبی کریم ﷺ کی بشریت پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہیں، آپ کی خلش کی وجہ یہی ہوگی، میں نے ایک صاحب کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور پر نور ﷺ ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔ **نعوذ باللہ من سرور انفسنا ومن سیات اعمالنا**

ص ۱۰۰ نیچے سے سطر ۴، ریوڑ میں ایک دو بکری چرواہے کی بھی ہو سکتی ہے، ممکن ہے غار میں دو آدمیوں کو دیر سے بیٹھا دیکھ کر چرواہے نے دودھ پیش کیا ہو۔

آخری سطر، اس سلسلے میں میری خلش یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے دودھ میں پانی کیوں ملایا ۱۳۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی،

ص ۱۰۳ نیچے سے سطر ۶، میں نے کوئٹہ کے انگور بچپن میں پٹنہ میں بہت کھائے ہیں، پانچ آنے میں پیالے کے برابر نرم بانس کی ٹوکری میں کوئٹہ سے انگور آتے تھے اور پٹنہ جیسے دور دراز علاقوں میں بالکل تازہ ملتے تھے، انگور کے دانے روئی کے نرم و نازک فرش پر قرینے سے چنے ہوئے آتے تھے یہ کوئی ۱۹۳۳ء کی بات ہے، اس زمانے میں انگور اور میوے کھانے کا دستور عام نہ تھا، سیب اور انگور عام طور پر مریضوں کے لیے میوہ فروشوں کی دکان سے منگوائے جاتے تھے۔

ص ۱۰۴ آخری سطر، مولانا شبلی کی جغرافیہ سے عدم واقفیت پر مولانا مہر نے کئی جگہ اپنے خیالات کا اظہار اپنے خطوں میں کیا ہے، میری توجہ کبھی اس طرف نہیں گئی تھی، ویسے ان کے شاگرد سید (سلیمان ندوی) صاحب کی ''ارض القرآن'' اس موضوع پر اہم کتاب ہے، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد (دریابادی) اور مولانا ابوالجلال ندوی کی اس موضوع پر گہری نظر تھی۔

ص ۱۰۶ سطر ۱۴، وزارت علوم و معارف حکومت ہند کے ایک ادارے ترقی اردو بورڈ کے ڈائریکٹر پروفیسر عبدالعلیم نے میری پیش کردہ ابن ندیم کی کتاب الفہرست کے اردو ترجمے کی تجویز منظور کر لی تھی۔ کام شروع ہوئے چند مہینے ہی ہوئے تھے کہ لاہور سے مولانا محمد اسحاق بھٹی کا اردو ترجمہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے) شائع ہو گیا، میرے پیش نظر کتاب الفہرست کا جدید ایڈیشن تھا۔ جس میں نسخۂ ٹونک کے اضافات شامل تھے۔ میرے ترجمے کی اضافی اہمیت یہ تھی کہ میں چاہتا تھا کہ جن کتابوں کا ذکر اس میں ہے ان کے بارے میں ذیلی حواشی میں ذکر کروں کہ اس کے کتنے اڈیشن کہاں کہاں سے اور کب کب شائع ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ کتاب غیر مطبوعہ ہے تو دنیا میں اس کے نسخے کہاں کہاں ملتے ہیں اس کی اطلاع درج کروں اس اعتبار سے کتاب الفہرست کا میرا ایڈیشن بہت مفید اور قابل قدر ہوتا۔

ص ۱۰۷ آخری سطر، نواب ذوالقدر جنگ: یہ حیدرآباد سے اخراج یا میر عثمان علی خاں کی ناراضی کے بعد علی گڑھ منتقل ہو گئے تھے اور یہاں بہت دن تک رہے۔ سرور الملک کی زندگی پر کتاب مولانا ابرار حسین فاروقی کی معاونت سے یہیں مرتب ہوئی اور یہیں مسلم یونیورسٹی پریس میں چھپی۔ مولانا فاروقی سے میرا بہت گہرا تعلق رہا ہے، برسوں ان کا یہ

پروگرام رہا ہے کہ وہ ہر اتوار کی صبح کو ناظمہ منزل تشریف لاتے اور دس گیارہ بجے دن کو تشریف لے جاتے ۔ وہ نواب ذوالقدر سے بہت قریب رہے تھے اور اکثر ان کا ذکر کرتے تھے۔

ص ۱۰۸ سطر ۳، ڈوزی کی کتاب کا اردو ترجمہ ''عبرت نامہ اندلس'' ہسپانیہ کی تاریخ کی کتابوں میں سب سے اچھی ہے۔ انٹر میں میرا ایک مضمون تاریخ اسلام تھا، میں نے اس کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا، یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ص ۱۱۰ سطر ۶، آخری ورق ''مصالحہ خوردہ تھا ۱۴'' ، یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا۔

ص ۱۱۷ آخری سطر، منتھی الارب کا ایک نسخہ میرے پاس تھا، بہت چھوٹی تقطیع پر چار جلدوں میں چھپا تھا، اگر اس کا کوئی اچھا ایڈیشن نکلا ہو تو مجھے اطلاع دیجیے گا، میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔

ص ۱۱۹ سطر ۳، مولانا ابوالکلام کے دو خط جو آپ نے ''چٹان'' (۲۲ فروری ۱۹۶۵ء) میں شائع کرائے ہیں اگر آسانی سے ان کے عکس بھیج سکیں تو زحمت فرمائیے۔

ص ۱۲۳ نیچے سے سطر ۶، ''مردمان چشم دیدہ ۱۵'' قابل مطالعہ کتاب ہوگی، کیا آپ کی نظر سے گزری ہے، اس کا پتا چلائیے۔

ص ۱۲۵ سطر ۱، خطوط میں مولانا غلام رسول مہر کے کتب خانے کی فہرست سازی کا کئی جگہ ذکر آیا ہے، کیا آپ نے کتب خانہ کی فہرست مکمل کر لی تھی؟ کیا یہ کہیں شائع ہوئی۔

ص ۱۲۶ 'کوزۂ سفال' بڑی خوب صورت نظم ہے، مولانا اگر شاعری کا سلسلہ جاری رکھتے تو اپنے معاصرین میں کسی سے کم نہ رہتے۔

ص ۱۳۰ ''نورا'' نہیں اس مغنیہ کا نام نور بائی ہے۔ مرقع دہلی ص ۱۰۴ مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم (دہلی ۱۹۹۳ء) میں عہد محمد شاہ کی اس مغنیہ کا ذکر تفصیل سے درج ہے۔

ص ۱۳۱ سطر ۳، عربی ادب اور اسلامیات کے متعدد یہودی فضلا کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جو یورپ میں ہی نہیں شرق اوسط میں بھی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے گئے اور ان میں متعدد سے میری یورپ میں ملاقاتیں رہیں اور بعض سے گہرے تعلقات، پروفیسر جوزف شاخت (اسلامی فقہ کے یورپ میں سب سے بڑے ماہر) آکسفرڈ یونیورسٹی کے استاد تھے ان کی کتاب الحیل اور دوسری کتابیں مشہور ہیں، ڈاکٹر لھمین، میرے ہی کالج کے طالب علم تھے، ڈاکٹر رچرڈ والزر اسلامی فلسفہ کے آکسفرڈ یونیورسٹی میں ریڈر اور یورپ میں اسلامی فلسفہ کے مشہور ماہر تھے ان کی بیوی صوفیہ والزر جو اسلامی آرٹ پر بہت گہری نظر رکھتی تھیں اور ان کے ساتھ ڈاکٹر اسٹرن یاد آتے ہیں جن سے میرے گہرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات رہے، ان کی وفات پر میں نے عربی اور اردو میں تعزیتی مضمون لکھا ہے جو مجلۂ **المجمع العلمی الهندی** اور مجلۂ علوم اسلامیہ میں شائع ہوا۔ ممکن ہے آپ کی نظر سے گزرا ہو، وہاں پروفیسر کالے بھی تھے، ان سے برسوں باڈلین میں ملاقات ہوتی رہی، یہ سب یہودی تھے لیکن صہیونی اور متعصب نہ تھے اسکالر تھے، عربی و اسلامیات کے ماہر تھے۔

ص ۱۳۳ سطر نمبر ۲، آپ لکھتے ہیں کہ حسب ذیل شعر:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

دیوان معین الدین چشتی میں موجود نہیں ۔ یہ دیوان جو مروج ہے خواجہ صاحب کا نہیں، اپنے عہد کے نامور عالم اور

مشہور واعظ ملا معین الدین فراہی مصنف معارج النبوۃ کا ہے جسے مطبع نول کشور نے ۱۲۸۸/۱۸۷۱ میں دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ بعد کو اس کے متعدد ایڈیشن نکلے۔ سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے رسالۂ اردو (جولائی ۱۹۲۴ء) میں اس پر مضمون لکھ کر ثابت کیا کہ یہ مروجہ دیوان خواجہ صاحب کا نہیں ملا معین الدین فراہی کا ہے۔ بعد کو پروفیسر محمد ابراہیم ڈار اور پروفیسر محمد اسلم نے اس موضوع پر مزید شواہد پیش کر کے دیوان معین الدین چشتی کو دیوان معین الدین فراہی ثابت کیا۔

ایضاً سطر ۷، محمد خلیل نہیں محمد خلیل الرحمٰن ہے، یہ پروفیسر محمد نعیم استاد شعبۂ عربی الہ آباد کے والد ماجد تھے۔

ص ۱۳۵ سطر ۲۳، سید باقر علی شاہ پیر بیگھہ ضلع گیا بہار کے رہنے والے تھے۔ شاہ وارث علی اشکی عظیم آبادی (م ۱۲۳۳ھ) کے بیٹے تھے۔ اشکی، عشقی عظیم آبادی مصنف تذکرہ شعرائے اردو کے شاگرد تھے۔ باقر، غالب کے شاگردوں میں سے تھے۔ فارسی کا دیوان حیدر آباد سے ان کے صاحبزادے سید عطا حسین نے شائع کیا ہے۔ کتاب بہت خوبصورت چھپی ہے، حسن طباعت کا بہترین نمونہ ہے۔

ص ۱۳۸ سطر ۱۶، پیام مشرق کی غزل میں ''زبادۂ غبی'' ہے۔ وہ ''غبی'' کسی جگہ کا نام سمجھتے ہیں۔ 'غبی' پڑھنے سے تو مصرع بھی ناموزوں ہو جاتا ہے، اس طرف بھی نذیر قیصر صاحب کا دھیان نہیں گیا۔

ص ۱۳۹ سطر ۴، غالب نمبر علی گڑھ میگزین میری ہی ادارت میں ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔

ص ۱۴۰ نیچے سے دوسری سطر، میرا خیال بھی یہی ہے۔ غالب فریمیسن بالکل نہیں تھے۔ وہ ان جھگڑوں میں پڑنے والے آدمی نہیں تھے۔

ص ۱۴۴ وسط صفحہ، جریر بن عبداللہ بجلی، یہ لفظ بجلی ہے۔ جریر کا ذکر الاستیعاب اور اسد الغابۃ ۱؍۲ میں دیکھا جائے۔ شاید بجلی کی تشریح اس میں مل جائے۔ ویسے قبیلہ ''بُجَیلہ'' کی طرف منسوب اشہب بن بشر البجلی، صفوان بن یحیٰی البجلی، حسن بن علی در سند البجلی کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے لیکن یہ سب تیسری صدی ہجری کے لوگ ہیں۔

ص ۱۵۴ سطر ۱، لفظ ناشتا عرفی کے قصیدے میں بھی آیا ہے، ناشتا فرستادی

ص ۱۶۵ آخری سطر، صلاح الدین المنجد کی کتاب **معجم ما الف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم** قابل مطالعہ ہے۔ یہ ان کے ادارہ دار الکتب الجدید بیروت سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے، میں نے ام۔ اے (عربی) کے ایک طالب علم سے اس کا اردو میں ترجمہ کرایا ہے، شائع نہیں ہوا۔

ص ۱۷۲ وسط صفحہ، قاضی زین العابدین کے نام کے آگے سجاد بڑھا لیجیے۔ اس زمانے میں اسی نام سے مشہور تھے۔

ص ۱۷۸ سطر ۸، دیوان عرفی کی تصحیح و تحشیے میں اس طرف پروفیسر ولی الحق (شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) نے بہت توجہ کی ہے، مجھ سے کہا گیا ہے کہ دیوان عرفی کے پندرہ بیس نسخے پیش نظر رکھ کر انھوں نے اسے مرتب کیا ہے وہ اس کی اشاعت کی فکر میں تھے ممکن ہے دیوان چھپ گیا ہو میں نے نہیں دیکھا لیکن معلوم کر کے آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کے علم میں یہ ولی الحق کا اڈیشن ہے۔

ص ۱۷۹ وسط صفحہ، نوادر کتب خانہ مولوی شمس الدین مرحوم پر عبدالحلیم چشتی کے مضمون (مطبوعہ الزبیر بہاولپور) کی عکسی نقل بھیج سکیں تو بہت ممنون ہوں گا۔

ص ۱۸۷ سطر۱۶، آپ نے میرے دوست پروفیسر اکبر حیدری (کاشمیری) کو نائٹ ہڈ بخش کر انھیں ''سر'' اکبر حیدری کر دیا۔ لکھتے وقت آپ کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد کے سر اکبر حیدری کی طرف چلا گیا۔

ص ۱۹۷ سطر۵، دیوان چرکین کا پہلا انتخاب ۱۹۲۸ء میں نہیں چھپا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، پہلا انتخاب ۱۹۲۵ء میں ہندوستانی پریس لکھنؤ سے چھپا تھا، دیوان کے کئی اڈیشن نکلے ہیں، قدیم ترین اڈیشن ۱۲۷۳/۵۷-۱۸۵۶ء کا ملتا ہے جو غالب کے ایک شاگرد مقصود عالم مقصود رضوی پہانوی نے لکھنؤ سے شائع کیا تھا ان کا ذکر میں نے ''غالب کے تین نادر خطوط'' مطبوعہ رسالہ صحیفہ (لاہور) کے شمارہ (اپریل، جون ۲۰۰۶ء) میں کیا ہے، آپ کی نظر سے گزرا ہوگا کہا جاتا ہے کہ مقصود عالم نے پچاس کے قریب کتابیں لکھیں، مجھے تو ان کی صرف ایک کتاب معارضۃ النثر پچاس سال کے بعد ملی، آپ کے یہاں ممکن ہے کچھ مل جائیں، خیال رکھیں۔
مسعود حسن رضوی کے کتب خانے میں چرکین کا ایک قدیم الطبع دیوان ہے جو مقصود عالم اڈیشن کی نقل ہے۔ سال طبع اور مقام طباعت درج نہیں۔ دیوان سید امیر علی نیازؔ (مطبع محمدی دہلوی ۱۲۸۶ھ) کے آخر میں پانچ صفحات پر چرکین نامہ شائع ہوا ہے۔ دیوان کے دو قلمی نسخے رامپور اور لکھنؤ میں محفوظ ہیں۔ اب ان قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی بنیاد پر دیوان چرکین کا ایک صاف ستھرا نیا اڈیشن نکل آیا ہے، اس کے مرتب ابرار الحق شاطر گورکھپوری ہیں۔ سال طباعت ۲۰۰۷ء مقام طباعت گورکھپور، اس پر شمس الرحمٰن صاحب کا بہت اچھا مقدمہ ہے۔
چرکین کے سنین ولادت و وفات کسی تذکرے یا کتاب میں نظر سے نہیں گزرے، مقصود عالم مقصود کی روایت کے مطابق سال ولادت ''غریب'' سے نکلتا ہے گویا سال ولادت ۱۲۱۲ھ ٹھہرا، سال وفات وہ ۱۲۷۳ھ سے ۲۵ سال پہلے بتاتے ہیں یعنی ۱۲۴۸ھ۔

ص ۲۰۲ سطر۱۰، حقوں اور تمبا کو پر آپ نے بڑے دل چسپ معلومات درج کیے ہیں بہت لطف آیا، ص ۲۰۹ وسط صفحہ پر مولانا مہر کا یہ فقرہ پڑھ کر لطف آ گیا: اگر چلم کو بند نہ کیا جاتا تو چنگاریاں اُڑتیں اور بند کیا جاتا تو کوئلے سو جاتے۔

ص ۲۰۴ سطر۱۵، یہاں میاں امیر الدین کا ذکر آیا ہے، میری ۲۱/اپریل ۱۹۸۳ء کو لاہور میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، دن کا کھانا ان کے ساتھ کھایا۔ ڈاکٹر وحید قریشی مرحوم مجھے وہاں لے گئے تھے۔ جاوید اقبال صاحب سے پہلی ملاقات وہیں ہوئی، کھانے کے بعد ہم دونوں میاں محمد اسلم مشہور افسانہ نگار سے ملنے گئے جو میاں صاحب ہی کے گھر مقیم تھے۔ برسوں بعد پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے بتایا کہ اس دن وہ بھی اس دعوت میں شریک تھے لیکن ہم لوگ اس وقت ایک دوسرے سے واقف نہ تھے۔ آپ سے پہلی ملاقات اسی موقع پر مولانا عبدالحکیم شرف قادری کے مدرسۂ نظامیہ میں ہوئی تھی، آپ نے میری کتاب یا کتابوں پر میرے دستخط لیے تھے، ان پر تاریخ بھی درج ہو گی، کبھی دیکھ کر بتایئے گا۔

ص ۲۰۳ میں نے شیشے کا عرب حقہ مصری ساخت کا، عرب جانے سے بہت پہلے علی گڑھ میں دیکھا ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ۔ میں ''میمن منزل'' میں حضرت الاستاذ کے پاس بیٹھا ہوا لکھ پڑھ رہا تھا کہ ان کے چہیتے شاگرد ڈاکٹر سید محمد یوسف

استاد سے ملنے آئے، وہ قاہرہ سے آئے تھے جہاں وہ یونیورسٹی میں تعلیم کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں شیشے کا ایک خوبصورت سا ناریل کی وضع کا حقہ تھا جو وہ الاستاذ کے لیے بطور تحفہ لائے تھے۔ الاستاذ کہنے لگے بھئی یہ استعمال کے لیے نہیں ڈرائنگ روم میں منٹل پیس پر سجانے کے لائق ہے۔ پھر یوسف صاحب سے پوچھا کہ یہ کس قیمت کا ہے، یوسف صاحب نے کچھ توقف کے بعد کہا ایک مصری پونڈ کا ہے، حضرت الاستاذ نے اس پر کہا: یوسف صاحب اس کھلونے سے بہتر تھا کہ آپ ایک پونڈ کی عربی کی ایک اچھی سی کتاب لیتے آتے۔

ص ۲۰۵ حقہ پینے والوں کے ذکر پر الاستاذ المیمنی یاد آ گئے: وہ بھی حقے کے بڑے رسیا تھا جگہ جگہ سے عمدہ تمبا کو منگواتے تھے، ایک بار میں تعطیلات میں وطن گیا تو شہر ''گیا'' کا جہاں کے تمبا کو مشہور ہیں کچھ اعلیٰ درجے کا تمبا کو ان کے لیے لے کر گیا۔ انھوں نے پسند فرمایا لیکن اسے کسی اور جگہ کی تمبا کو کی شاخ لگا کر استعمال کیا۔ ایک بار جب وہ پٹنہ میں میرے مکان ظفر منزل میں مقیم تھے انھیں واپسی کے وقت پٹنہ کا خمیرہ پیش کیا گیا انھیں یہ تمبا کو بہت پسند آیا، خاصی مقدار میں علی گڑھ لائے۔

ص ۲۱۳ سطرا، بیسویں صدی کے اوائل میں اکبر الہ آبادی بھی اسی نظریے کے قائل معلوم ہوتے ہیں:

ارض پھرتی ہے آفتاب کے گرد — بندہ چکر میں ہے جناب کے گرد

ایضاً آخری سطر، اب تک تو میں آپ کے سارے حواشی تعلیقات سے جو نہایت توجہ اور محنت سے لکھے گئے ہیں، اتفاق کرتا ہوا آ رہا ہوں، یہاں مجھے آپ سے اختلاف ہے، ایک ''مشہور فلسفی عالم ۱۸؎'' مولانا آزاد نہیں ہوں گے۔ مولانا آزاد مراد ہوتے تو مہر صاحب ان کا نام لکھتے، پھر مولانا آزاد کے لیے ''مشہور فلسفی عالم'' نہیں لکھتے۔ یہاں کوئی اور صاحب مراد ہیں، وہاں اگر آپ نے مولانا مہر سے ان کا معہود ذہنی پوچھا ہو اور انھوں نے مولانا آزاد کا نام لیا ہو تو اور بات ہے۔ لیکن ''غالباً'' لکھنے سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کا صرف قیاس ہے۔

ص ۲۱۶ نیچے سے پانچویں سطر، مولانا صلاح الدین احمد سے ملاقات کبھی نہیں ہوئی، خط کتابت ان سے اور میرا جی سے رہی، ۱۹۴۰ء میں میں نے متعدد مضامین ادبی دنیا کے لیے لکھے انھوں نے ہر مضمون کا معاوضہ بھیجا بغیر طلب۔

ص ۲۱۹ وسط صفحہ، یادداری کہ وقتِ زادن تو الخ بہت خوب صورت قطعہ ہے پڑھ کر لطف آیا۔

ص ۲۲۱ وسط صفحہ، طبیعت بہت مکدر ہوئی الخ، آپ شاید فارق صاحب اور ان کی تحریرات سے واقف نہیں، رسالۂ برہان میں ان کے مضامین چھپتے تھے اور دفتر ندوۃ المصنفین سے ان کی کتابیں شائع ہوتی تھیں۔ دہلی اور دوسرے علاقوں کے مسلمانوں نے ان کی اس قسم کی تحریروں پر سخت احتجاج کیا، مدیر برہان مولانا اکبر آبادی اور مفتی صاحب ناظم ندوۃ المصنفین نے معذرت کی اور بلطائف الحیل آتش ہنگامہ و مخالفت سرد کی۔ لیکن فارق صاحب ہمت ہارنے والے لوگوں میں نہ تھے۔ بلا سے کوئی ادارہ ان کی کتاب نہ چھاپے، کوئی رسالہ ان کے مضامین شائع نہ کرے، انھوں نے خود اپنی کتاب چھاپنے کا اہتمام کیا۔ بعد کو ''جائزے'' نام کی ایک کتاب کئی جلدوں میں لکھی، اور اکثر جلدوں کی خود انھی ۱۹؎ نے کتابت کی اور اپنے خرچ پر انھوں نے چھپوا کر تقسیم کیا۔ مولانا آزاد لائبریری کے اس وقت کے لائبریرین نور الحسن خاں مجھ سے کہتے تھے فارق صاحب نے ''جائزے'' کے کئی مجلدات لائبریری کو پیش

کیے لیکن لڑکوں کے ہنگامے کے ڈر سے انھوں نے یہ کتاب لائبریری میں رکھنے سے مصنف سے معذرت کر لی۔

ص ۲۲۲ سطر ۳ آخر سے اگلے اڈیشن میں مولوی نورالحسن کے بعد ''کاندھلوی'' کا اضافہ کر دیجیے گا۔

ص ۲۳۳ نیچے سے آٹھویں سطر، ''نہ مکتوب الیہ کو ملا اور نہ 'مکاتیب' کے پاس واپس آیا۔'' مکاتیب یعنی مکتوب نگار اردو والے مشکل ہی سے سمجھیں گے۔

ص ۲۳۴ سالک و مہر کے ''صوم و صلوٰۃ'' کے پابند ہونے والا ۲۰ لطیفہ آپ نے خوب سنایا۔ آپ کا نوٹ بہت دلچسپ ہے پڑھ کر لطف آ گیا۔

ص ۲۳۹ سطر ۸، میں احمد حسن رسوا بجنوری سے بالکل واقف نہیں، ''گنجینۂ مہر'' کے ذریعہ واقف ہوا۔ اگر ان کا ذکر کہیں اور ملا تو آپ کو مطلع کروں گا۔ ان کا غالب کا شاگرد ہونے کا امکان تو ہے۔ علائی سے ان کا تعلق اور ان کے قصائد غزلیات میں غالب کے رنگ کی جھلک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے رسوا تخلص کے دو شاعروں کا ذکر کیا ہے، ایک رسوا اور ہیں جن کا ذکر کیا شیر نگر نے کیا ہے۔ اس نے اس کے حالات کے لیے خوب چند ذکا کر کے تذکرۂ عیار الشعراء کا حوالہ دیا ہے۔ یہ نواب نجیب الدوالہ بہادر کے زمانے میں تھے۔

ص ۲۴۵ منشی عبدالمجید پرویں رقم پر کیسا جامع اور پر معلومات نوٹ آپ نے لکھا ہے۔ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور آپ کے لیے دل سے دعا نکلی۔ ایسے متعدد نوٹس آپ کی کتاب میں بکھرے پڑے ہیں جن کے سہارے آدمی مضمون لکھ سکتا ہے۔ اگلے اور کچھ پچھلے نوٹس سے اندازہ ہوا کہ آپ کو اپنے عہد کے خوش نویسوں کے حالات سے گہری واقفیت ہے۔ آپ کو ایک تذکرۂ خوش نویساں جلد مرتب کر دینا چاہیے جب آپ کا دماغ شاداب اور قلم رواں دواں ہے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ۔

ص ۲۵۶ نیچے سے دوسری سطر، ہر فن مولیٰ بالغ نظر، کاتب نے ''مولانا'' لکھ دیا ہے ''نا'' اپنے نسخے سے نکال دیجیے اگر اب تک نہ نکالا ہو۔

ص ۲۶۷ سطر ۱۴، پروفیسر براؤن پران کے ایک ہندوستانی شاگرد ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی نے (جنھوں نے ان کی نگرانی میں علی بن ربّن طبری کی ''فردوس الحکمت'' اڈٹ کر کے ڈاکٹریٹ حاصل کی تھی) ایک طویل مضمون رسالۂ جامعہ (دہلی) میں چار قسطوں میں شائع کیا تھا وہ قابل مطالعہ ہے۔ کراچی کے ایک مصنف و مقالہ نگار نے مجھ سے اس مضمون کی عکسی نقل طلب کی تھی جو میں نے فراہم کی تھی، براؤن پران کی کتاب یا مقالہ اگر چھپا ہے تو وہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

ص ۲۷۰ سطر ۹، (افضل العلماء حافظ محمد یوسف) کو کن مرحوم کا سفر قاہرہ غالباً ۱۹۵۷ء سے پہلے ہوا۔

ص ۲۷۲ سطر ۵، ''گھوڑے'' کے پاس نہیں ''گھورے'' کے پاس۔ گھورا = وہ جگہ جہاں کوڑا کرکٹ، غلاظت پھینکی جائے۔

ایضاً نیچے سے تیسری سطر، حضرت صدیق اکبر نے غار کے ایک سوراخ پر 'پاؤں' نہیں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا تھا، کچھ ایسا ہی یاد آتا ہے۔

ص ۲۸۴ سطر ۵، تاریخ ہند (ذکاء اللہ) ''کے ای وغیرہ'' ۱۲ کے ای؟ یہ کیا لفظ ہے۔

ص ۲۸۶ وسط صفحہ، ''تصویر...... جو غلط تھی۔'' مولانا مہر نے اپنی کتاب ''غالب'' کے پہلے اڈیشن میں زمانہ حال کی بنائی ہوئی

ایک تصویر چھاپی تھی جس کا غالب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ غالب کی اصلی اور مستند تصویر وہ ہے جو قلعہ معلیٰ دہلی کے میوزیم میں اب بھی محفوظ ہے۔ غالب نے ایک خط میں اس تصویر کا ذکر بھی کیا ہے۔ شیخ محمد اکرام نے ''غالب نامہ'' میں یہی تصویر چھاپی ہے۔ دوسری قابل ذکر تصویر وہ ہے جو حبیب گنج کے کتب خانہ میں کچھ دن پہلے تک تھی۔ اسے مالک رام نے ''ذکر غالب'' میں اور میں نے ''احوال غالب'' میں شائع کیا ہے، اس کا درجۂ استناد وہ نہیں جو پہلی تصویر کا ہے۔ لیکن یہ تصویر قدیم ہے، اس کی پشت پر مرزا کا نام لکھا ہوا ہے، شکل قلعۂ معلیٰ والی تصویر سے ملتی جلتی ہے۔ بس یہی باتیں اس تصویر کے اصلی ہونے کے بارے میں کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن جعلی تصویریں بنانے والے ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ اس تصویر کے اصلی ہونے کے بارے میں اور کوئی سند نہیں۔

قلعۂ معلیٰ کی تصویر کے بعد درجۂ استناد صرف اس تصویر کو ہے جو کلیات غالب (فارسی) طبع اوّل (۱۲۷۹ھ) میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں غالب کھڑے ہوئے قصیدہ سنا رہے ہیں۔ یہ کلیات، منشی نول کشور نے غالب کی زندگی میں شائع کی تھی۔ غالب کی تصویروں کے بارے میں میرا مفصل مضمون پچاس ساٹھ سال پہلے کا ''احوال غالب'' میں آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔

اب کچھ گنجینۂ مہر حصۂ دوم کے متعلق عرض کرتا ہوں:

ص ۲۳ سطر ۱۱، خریطہ جواہر کا مطبوعہ نسخہ بہت غلط چھپا ہے۔ نواب رحمت اللہ خاں صاحب شروانی اور عابد رضا بیدار صاحب نے مل کر رسالہ معارف میں اغلاط کی تصحیح کی وہ قابل مطالعہ ہیں۔

ص ۳۱ سطر ۹، مولانا سید شاہ محی الدین تمنا عماد کے مجیبی پھلواری (۱۸۸۸ء۔۱۹۷۲ء) عالم و خطیب، مفسر، ماہر عروض داں شاعری میں میرے استاد تھے، اس طرح ایک واسطے سے میں حضرت شمشاد لکھنوی کا شاگرد ٹھہرا۔ مولانا کے پچاسوں خطوط، فوائد علمیہ پر مشتمل میرے پاس محفوظ ہیں۔ امام اعظم پر اور کسی کتاب کا مجھے علم نہیں، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جواہر البیان فی ترجمہ خیرات الحسان (سیرت امام ابوحنیفہ) کلکتہ ۱۹۲۲ء میں چھپی، پھر اس کے تین اڈیشن ترکی اور پاکستان سے شائع ہوئے۔ ایک اڈیشن پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور) سے شائع کرنے کو آمادہ تھے لیکن براہو میرے تساہل کا میں نظر ثانی کے بعد کتاب انھیں نہ بھیج سکا۔

ص ۴۰ سطر ۵، نذور علمی جس قدر آپ کے ذاتی کتب خانے میں جمع ہیں مجھے یقین ہے ہندوستان پاکستان کے کسی ذاتی کتب خانے میں نہ ہوں گی۔ آپ نے جو معلومات اس سلسلے میں جمع کر دیئے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد کوئی مستعد آدمی اگر کتاب نہیں تو بہت اچھا مفصل مضمون شائع کر سکتا ہے، میرے پاس ۴ اور ۶ موجود نہیں لیکن کہیں میری نظر سے گزر چکی ہیں۔

ص ۵۸ سطر ۴، ''حمید احمد خاں کی منتیں کرتا رہا''، تشریح طلب ہے۔ (معنی در بطن شاعر)

ص ۵۹ سطر ۲، پروفیسر حمید احمد خاں میرے علم میں کیمبرج کے ایم۔اے نہیں ایم۔لٹ تھے۔ وہ پی ایچ ڈی کے لیے لاہور سے ۱۹۵۲ء میں کیمبرج گئے تھے لیکن بعد کو انھوں نے اپنا موضوع محدود کر کے مقالہ لکھا اور ایم لٹ لے کر واپس آ گئے۔ وہ کہتے تھے پی ایچ ڈی کے لیے کئی سال کیمبرج میں قیام ضروری تھا، وہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ انگریزی

کے صدر تھے، زیادہ مدت تک شعبے سے غیر حاضر رہنا مناسب نہیں تھا۔ وہ انگلستان میں میرے معاصر تھے، ایم۔اے (انگریزی) انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے کیا تھا۔ انگلستان سے واپسی پر میں نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ان پر ایک تقریر نشر کی تھی جو ان کے بھائی حامد علی خاں مرحوم نے سنی تھی اور حمید احمد خاں صاحب کے بیٹے نے ریکارڈ کر لی تھی، افسوس میرا مسودہ محفوظ نہیں رہا۔ حمید احمد خاں پر میں نے بعض خطوط میں اپنے تاثرات لکھے ہیں، یہ رسالہ الحمراء (لاہور) میں شائع ہو گئے ہیں، ان کے نام اپنے خطوط حواشی کے ساتھ شائع کرنے والا ہوں۔

ص ۶۴ نیچے سے سطر ۵، ''جہان غالب'' نام کی ایک کتاب قاضی عبدالودود کی بھی ہے جسے کتب خانہ خدا بخش لائبریری نے شائع کیا ہے۔

ص ۸۱ نیچے سے سطر ۲، اپنے نسخے میں تصحیح کر لیجیے، ویسے آپ کی کتاب میں مطبعی اغلاط بہت کم ہیں اور یہ قابل تعریف بات ہے کہ آپ نے پروف توجہ سے پڑھے ہیں یا پڑھوائے ہیں۔

ص ۹۰ سطر ۱۳، ''مکتوبات سعیدیہ'' یہ کس کے مکتوبات ہیں، کس قسم کے ہیں، اطلاع دے کر ممنون کیجیے۔

ایضاً آخری سطر، حیات اعلیٰ حضرت، مہر صاحب کو قطعاً پسند نہیں آئی ہوگی، اب اس کے دو اڈیشن لاہور اور ۲۳ پٹنہ سے اور نکل آئے ہیں جن سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

ص ۹۱ سطر ۴، میں نے پروفیسر مسعود حسن رضوی سے پوچھا تھا کہ حذف شدہ شعر کون سا ہے اور فارسی نثر کی عبارت کیا ہے، انھوں نے لکھا شعر یہ ہے:

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمنِ دیں
علیؓ سے جنگ کرے اور خطا کہیں اس کو

ناسخ کے نام غالب کے خط کا محذوف فقرہ یہ ہے، یہ خط چندولال کے بارے میں تھا:

وخود عمرش از ہشتاد متجاوز است تا بہ اومی رسم، او بہ جہنم می رسد

ص ۹۱ نصف صفحہ، مولانا سید سلیمان اشرف کی کتاب کا نام کیا تھا، علی گڑھ میں ہمیں ایسی کوئی کتاب نہیں ملی۔

ص ۹۴ نصف صفحہ، مولانا سید سلیمان اشرف محلّہ میرداد بہار شریف، پٹنہ (اب ضلع نالندہ) کے رہنے والے تھے۔ جید عالم، سحر البیان مقرر تھے۔ برسوں علی گڑھ شعبۂ دینیات کے استاد اور صدر رہے، یہیں ۱۳۵۲ھ میں وفات پائی اور یونیورسٹی کے قبرستان میں آرام کر رہے ہیں۔ والد صاحب کے پرانے دوستوں میں تھے، افسوس میں ان کی زیارت سے محروم رہا۔ جب میں ۱۹۴۳ء میں علی گڑھ آیا تو وہ وفات پا چکے تھے۔

ص ۹۵ نصف صفحہ، مہر صاحب اگر خود نوشت لکھ ڈالتے تو وہ معرکہ کی چیز ہوتی۔

ص ۹۶ سطر ۷، ''جام جم'' کا قدیم مطبوعہ نسخہ سرسید کا چھپوایا ہوا ہماری نظر سے گزرا ہے، یہاں پر آپ سے ایک بات پوچھ لوں، شیخ محمد اسماعیل پانی پتی سے میری خط کتابت رہی ہے، ان کے ۱۵۔۲۰ خط میرے پاس ہوں گے، کیا یہ خطوط پاکستان کے کسی رسالہ میں شائع ہو سکتے ہیں، ان کے عقیدے کی وجہ سے ۲۴ یہ بات پوچھ رہا ہوں۔ کس رسالے میں چھپ سکتے ہیں؟

ص ۹۸ سطر ۷، ننگے سر۔ مولانا آزاد سبحانی کو میں نے پٹنہ اور علی گڑھ دونوں جگہ ٹوپی پہنے دیکھا تھا، بہت دلچسپ آدمی تھے۔ والد محترم سے ملنے تشریف لاتے تو فرماتے مولانا میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک ملک آزاد نہیں ہوتا میں تخت یا پلنگ پر نہیں بیٹھوں گا۔ والد صاحب تخت ہٹوا دیتے اور زمین پر فرش بچھوا دیتے اور دونوں گھنٹوں مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے۔ روانگی کے وقت والد صاحب انھیں کچھ رقم پیش کرتے۔ اس مد کا نام انھوں نے آزاد فنڈ رکھا تھا، والد صاحب ایک مخصوص کاپی میں ماہانہ اخراجات کا حساب لکھتے تو رقم لکھنے سے پہلے وہ آزاد فنڈ لکھ دیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں وہ اپنے کو آزاد سبحانی ربانی لکھتے تھے۔

ص ۹۸ سطر ۲۰، بروکلمان کی ''تاریخ ادب العربیۃ'' کا دوسرا ایڈیشن ۵ جلدوں میں چھپا ہے تین میں نہیں۔ یہ انگریزی یا عربی میں نہیں بلکہ جرمن زبان میں ہے۔ مصر سے مختلف فضلاء نے عربی میں اس کا ترجمہ شائع کیا ہے، میرے پاس چھ جلدیں پہنچی ہیں۔ چارلس اسٹوری (۱۸۸۸ء۔۱۹۶۸ء) کی تاریخ کا نام پرشین لٹریچر ہے، یہ انگریزی میں کئی جلدوں میں لندن میں چھپی ہے۔

ص ۹۹ سطر ۱، مرزا حیرت دہلوی کے نام کے ساتھ ہی ان کے ترجمۂ قرآن کا تصور ابھرتا ہے۔ ایک زمانہ میں مختلف وجوہ کی بنا پر اس ترجمہ کی بہت شہرت تھی۔ ان کا اردو ترجمہ باعث اختلاف بن گیا تھا۔

ص ۱۱۰ آخری سطر، میں نے اس قدیم مطبع کی چھپی ہوئی کچھ قدیم اردو فارسی کتابیں ۱۹۵۴ء میں برٹش میوزیم میں ایک نمائش میں دیکھی تھیں، اس نمائش پر ایک مضمون معارف میں لکھا تھا۔

ص ۱۱۲ سطر ۱۸، دیوانِ نویدی: ۲۵ نویدی، آفریدی ہے اور سرحد کا رہنے والا اس کا زیادہ تر وقت پیشاور میں گزرا، دیوان اردو بہت ضخیم ہے۔ (صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی ضخامت کے برابر) اس کے نسخے بے حد کمیاب ہیں۔ ایک نسخہ کتب خانۂ خدا بخش پٹنہ میں محفوظ ہے۔ میں اپنی کم عمری (۱۹۳۵ء) میں مہینوں کتب خانے میں بیٹھ کر اسے پڑھتا رہا ہوں۔ اس کی دلچسپی کی وجہ اب یاد نہیں ہے۔ اس پر مفصل یادداشت تیار کی تھی، لیکن مصنف کے بارے میں ضروری معلومات نہ ملنے کی وجہ سے اس پر مضمون نہیں لکھ سکا۔ ۱۹۸۵ء تک نسخۂ خدا بخش کو میں نسخۂ منحصر بفرد سمجھتا رہا۔ اسی سال میں NIPA کراچی میں مقیم تھا وہیں استاد شعبۂ اردو پیشاور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے ایک استاد سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میں کوئی ۵۰ سال سے آپ کے شہر پیشاور کے ایک شاعر نویدی کے دیوان کی تلاش میں ہوں، بولے کہ پیشاور یونیورسٹی کے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ محفوظ ہے، انھوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ مرتب کو نسخۂ خدا بخش کا پتہ نہیں چل سکا، اگر میں اس وقت اپنا مضمون شائع کر دیتا تو صورتحال مختلف ہوتی۔ میں نے کہا کہ اس کے حصول کی کیا صورت ہے، بولے میں بھیج دوں گا۔ وہ شاید بھول گئے اس عرصے میں متعدد اہل علم سے نویدی کے بارے میں پوچھتا رہا ہندوستان تو ہندوستان، پاکستان میں بھی لوگ اس سے واقف نہیں۔

ص ۱۲۱ سطر ۱۱، اردوئے معلّیٰ، غالب نمبر مرتبہ خواجہ احمد فاروقی اس میں غالب کے چند خطوط شائع ہوئے تھے۔
سطر ۱۲، آجکل (دہلی)، نقوش (لاہور)، نگار (لکھنؤ) وغیرہ میں میں نے بھی غالب کے بعض غیر مدون خطوط شائع

کیے تھے، معلوم نہیں مولانا نے انھیں ''خطوط غالب'' میں لیا یا نہیں، یہ کتاب میرے پاس نہیں۔

سطر۱۳، ''ایشیا''، اسے ساغر نظامی میرٹھ سے جہازی سائز پر شائع کرتے تھے۔ ۷۰ سال پہلے میرا ایک مضمون: ''دیوان حافظ اور تفاول'' اس میں شائع ہوا تھا، اس شمارے اور اس مضمون کی مجھے سخت تلاش ہے۔

ایضاً نیچے سے نویں سطر، نعمان احمد کے نام سید احتشام حسین نے غالب کے یہ خطوط، ''آجکل'' میں شائع کیے تھے جو انھیں مکتوب الیہ کے خاندان کے بعض اعزہ سے ملے تھے۔ اشاعت کے بعد ان لوگوں نے لندن میں محفوظ کرا دیئے ہیں، وہاں انھیں اچھی قیمت مل گئی تھی۔

ص ۱۲۶ نیچے سے سطر۸، ماہ نامہ جامع دہلی: اپنے نسخے میں ''جامعہ'' کر لیجیے۔

ص ۱۲۹ نیچے سے سطر۱۱، کرامت بہاری: سید محمد اسماعیل رسا ہمدانی نے اپنے دادا کرامت حسین کے نام خطوط کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ کرامت نہ غالب کے شاگرد تھے نہ غالب نے انھیں کبھی کوئی خط لکھا، یہ سارے خطوط جعلی ہیں۔ قاضی عبدالودود اور مالک رام نے مضامین لکھ کر ان خطوط کو جعلی ثابت کر دیا ہے۔

ص ۱۳۱ سطر۱، عزت النساء: اصل فارسی خط کتب خانۂ حبیب گنج میں محفوظ ہے، اب یہ پورا کتب خانہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ آ گیا ہے، میں نے اسے ۱۹۴۹ء میں علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں شائع کر دیا ہے۔

ایضاً نیچے سے سطر۷، ''غالب کی نادر تحریریں'' اپنے ذخیرۂ مخطوطات سے کئی خطوط میں نے ڈاکٹر خلیق انجم کو دیئے تھے۔

ص ۱۴۸ حاشیہ۳، علامہ اقبال اگر فتاوی رضویہ کی ۱۲ جلدیں اور ان کی دوسری تصانیف جواب منظر عام پر آ گئی ہیں دیکھ لیتے تو ان کی رائے اور مستحکم ہو جاتی اور مہر صاحب کی رائے میں بھی شاید کچھ تبدیلی آ جاتی۔

ص ۱۵۱ حاشیہ۳، 'سفینۂ خوشگو' (دفتر ثالث) کو فارسی اشعار کا انتخاب کہنا فاحش غلطی ہے۔ یہ شعرائے فارسی کا ضخیم تذکرہ ہے جو تین جلدوں میں مرتب ہوا۔ کتب خانۂ خدا بخش میں صرف تیسری جلد ہے جو معاصرین شعرا کے حالات پر مشتمل ہے جسے شاہ عطاء الرحمٰن صاحب نے شائع کیا ہے، متقدمین و متوسطین شعرا پر مشتمل دو جلدیں میری نظر سے جرمنی میں گزری ہیں میں ان کا عکس اس لیے نہیں لایا کہ اس عہد کے فارسی شعرا کے حالات سے مجھے دلچسپی نہیں۔

ص ۱۵۶ سطر۲، کھانا، کھانی ؟ ۲۶؟ یہ کیا چھپ گیا ہے؟

ص ۱۵۹ وسط صفحہ، دبابہ اب ٹینک کے لیے مستعمل ہے۔

ص ۱۶۰ سطر۲، مصحف عثمانی پر میں نے ایک مفصل مضمون ابو محفوظ الکریم معصومی کا اور اس پر استدراک ڈاکٹر عابد احمد علی (لاہور) مجلۂ علوم اسلامیہ میں شائع کیا تھا، آپ کے پڑھنے کے لائق ہیں۔

ایضاً سطر۸، مصحف عثمانی کی ۴ نقلیں، مجھے ۴ سے زائد نقلیں یاد آتی ہیں جو حضرت عثمانؓ نے کرا کے مختلف مقامات پر بھیجی تھیں۔

ص ۱۶۲ نیچے سے سطر۵، ''ہمت ور'' کو کبھی ملا کر ''ہمتور ۲۷'' نہ لکھوایئے۔ میں تو اسے دیر تک ''ہمتور'' پڑھتا رہا اور غور کرتا رہا۔

ص ۱۶۹ حاشیہ۱، غالب کا یہ فارسی غیر مطبوعہ قطعہ مولانا مہر نے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھے تقسیم ہند سے پہلے بھیجا تھا، میں نے محمد زبیر زبیری مرحوم کو دیا تھا، یہ لٹن لائبریری کے سینیر ملازموں میں تھے اور لائف انشورنس کمپنی کے ایجنٹ بھی تھے۔ مجھے بھی انھوں نے انشورڈ کیا تھا۔ بعد کو انھیں لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور کتب خانوں اور دوسرے

موضوعات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ آخر زمانے میں لائبریری سائنس کی کلاس لینے لگے تھے۔ کراچی منتقل ہو گئے تھے، ایک بار کراچی گیا تو انھیں ڈھونڈ نکالا اور ان سے جا کر ملا۔ انھیں وہاں، یہاں سے زیادہ آسودہ حال دیکھ کر خوش ہوا۔ بچے تو ملازم ہو ہی گئے تھے یہ بھی کہیں لائبریری سائنس کے استاد ہو گئے تھے۔ یہاں کے زبیری خاندان سے تھے۔

ص۱۷۱ حاشیہ۲، شیر بہادر خاں (پنّی) ان کی ''افادات مہر'' میرے پاس ہے، ''دیدہ وشنیدہ'' (مطبوعہ دارالشفا ایبٹ آباد ۱۹۷۹ء) دیکھنے کی تمنا ہے۔

ص۱۷۶ حاشیہ، فتوح الحرمین: علی گڑھ سے کون سا ''معارف'' ۱۹۶۸ء میں شائع ہوتا تھا۔ آپ نے پہلے بھی اس طرح لکھا ہے۔ علی گڑھ سے وحیدالدین سلیم وغیرہ جو معارف شائع کرتے تھے وہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے وہ کب کا بند ہو چکا۔ ''معارف'' اعظم گڑھ سے شائع ہوتا ہے، اب میں بھی اس کے اڈیٹوریل بورڈ میں ہوں۔

ص۱۷۸ سطر۱، مالک رام صاحب نے صحیح لکھا ہے، غالب کی زندگی میں دیوان اردو کے پانچ ہی اڈیشن نکلے تھے۔

ایضاً سطر۵، مجھے یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر سید محمود ۱۹۱۸ء سے پہلے ولایت سے آ گئے تھے۔

ص۱۷۹ نیچے سے سطر۵، غالب کی برلن والی تصویر، لال قلعہ والی تصویر کا چربا نہیں جیسا کہ مولانا مہر نے لکھا ہے، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے اپنے قیام جرمنی کے زمانے میں ایک آرٹسٹ کو غالب کی چند تصویریں دکھائی تھیں ان سبھوں کو سامنے رکھ کر اور ذاکر صاحب سے غالب کا حال سن کر اس نے ایک تصویر بنا دی تھی۔

ص۱۸۱ وسط صفحہ، مرقع غالب: چغتائی برادران میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی سے میرے مراسم رہے اور خط کتابت بھی ہوتی رہی۔ میں ان سے لاہور میں ملا، وہ جب دہلی آئے تو علی گڑھ بھی آئے اور مجھ سے گھر آ کر ملے، یہاں کئی دن رہے اور متعدد دوستوں ڈاکٹر نذیر احمد خلیق احمد نظامی وغیرہ کے یہاں ان سے ملاقاتیں رہیں۔ ایک بار لاہور گیا تو ان کی علالت کی اطلاع ملی، پروفیسر محمد اسلم (شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی) کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے گیا۔ بستر پر لیٹے تھے، مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اندازہ ہوا کہ انھوں نے پہچان لیا، کئی بار بولنا چاہا لیکن بول نہ سکے۔ اس حالت میں انھیں دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ کچھ دن بعد ان کی وفات کی اطلاع ملی۔ رحمۃ اللہ۔ عبدالرحمٰن چغتائی سے نہ ملنے کا افسوس رہا۔

ایضاً نیچے سے سطر۵، ''لیکن یہ نسخہ پچیس برس سے بھی پیشتر کا ہے'': مفہوم واضح نہیں ہوتا، آپ غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نسخۂ حمیدیہ اس وقت مرتب ہوا جب غالب کی عمر ۲۵ سال کی بھی نہیں تھی۔ افسوس کہ یہ نسخہ اب غائب ہے۔ کتب خانے کے ذمہ دار اصحاب کہتے ہیں کہ یہ نسخہ نواب حمیداللہ خاں مرحوم نے منگوالیا تھا، وہاں سے کہاں گیا نہیں معلوم ہو سکا۔

ص۱۸۲ آخری سطر، ''اسمائے معرفہ بدستور قائم رکھتا ہوں'' میں بھی یہی کرتا ہوں اور اسی کو صحیح سمجھتا ہوں۔

ص۱۸۳ نیچے سے سطر۵، یہ کتاب تذکرۂ ''سخن شعراء'' ہوگی۔

ص۱۸۴ سطر۱، ''نکات'' غالباً میرے پاس ہے۔ مولانا کے پاس تھی انھوں نے کسی نقل نویس سے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی۔

ص۱۸۵ نیچے سے سطر۴، غالب پنسلیں مرزا ظفر الحسن مرحوم نے مجھے بھیجی تھیں۔

ص۱۸۷ وسط صفحہ، ۱۹۶۹ء میں غالب کا جشن صد سالہ مراد منعقدہ دہلی ہے۔

ص۱۷۹ سطر ۷، اس وقت تک معلوم ہوتا ہے لاہور، دہلی پرواز شروع نہیں ہوئی تھی۔

ص۱۹۳ وسط صفحہ، مولانا نے اس جگہ دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں لیکن تصور کیجیے آج وہ زندہ ہوتے تو آج کی گرانی کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا۔

ص۱۹۷ سطر ۵، میں نے تو اپنی دونوں کتابیں ''احوال غالب'' اور ''نقد غالب'' مولانا کو بھیجی تھیں، علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر بھی، کوئی اٹھا لے گیا ہوگا۔ مجھے معلوم ہوتا تو دوبارہ انھیں بھیج دیتا۔

ص۱۹۹ اس صفحے کا نصف اول پڑھ کر لطف آ گیا۔

ص۲۰۰ نیچے سے سطر ۷، آپ سے کس قدر محبت کرتے تھے اور ان کے دل میں آپ کی کیسی قدر و منزلت تھی، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

ص۲۰۴ سطر ۱، ڈائری شائع کیجیے[۲۸] اپنے حواشی کے ساتھ کم از کم اس پر ایک مفصل مضمون لکھیے۔

ص۲۱۶ سطر ۷، ''شمع و شاعر'' کا یہ مصرعہ گاہ با سلطان باشی گاہ باشی با فقیر

کا صحیح مفہوم اب واضح ہوا کہ یہاں سلطان سے مراد سلطان احمد ہیں اور فقیر سے فقیر افتخار الدین ہیں، جن دونوں نے اس جلسے کی صدارت کی تھی جس میں اقبال نے اپنی نظم ''شمع و شاعر'' ترنم سے سنائی تھی۔

ص۲۲۴ نیچے سے سطر ۴، مقدمات کی زد سے ''زد'' بنا دیجیے۔

ص۲۲۸ آخری پیرا، ''بیاض علائی'' کی خبر مجھے ڈاکٹر وحید قریشی مرحوم نے دی تھی۔ وہ اس کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مجھے لکھا کہ میں یہاں کوشش کروں۔ مالک رام صاحب کے لوہارو والوں سے بہت اچھے تعلقات تھے ان کے ذریعہ کامیابی ہو سکتی تھی معلوم نہیں کیوں میں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

ص۲۲۹ نیچے سے سطر ۹، اقبال شیدائی[۲۹] کے کچھ خطوط پروفیسر محمد اسلم کو مل گئے تھے انھوں نے لاہور کے کسی رسالے میں شائع کر دیے تھے۔ کیا آپ کی نظر سے گزرے ہیں؟

ص۲۳۰ سطر ۶، ڈاکٹر خورشید الاسلام مرحوم کی کوئی کتاب ''سب رس[۳۰]'' نام کی نہیں، آپ نے اس پر کوئی نوٹ بھی نہیں لکھا۔

ص۲۳۱ سطر ۸، سیرت سے نجات ہو تو: ''نجات'' مناسب لفظ نہیں، وہ روا روی میں لکھ گئے ہیں آپ متوجہ کرتے تو وہ ''فراغت'' یا ایسا کوئی لفظ اس کی جگہ لکھ دیتے۔

ص۲۳۸ نیچے سے سطر ۳، مولانا عبدالخبیر (۱۸۸۳ء۔۱۹۷۳ء) مشہور اہل حدیث عالم و خطیب، امیر جماعت اہل حدیث، محلّہ صادق پور پٹنہ سٹی کے رہنے والے تھے۔ مجھے بھی ان کی خدمت میں علی گڑھ آنے تک نیاز حاصل رہا۔

ص۲۴۱ رسالہ ''صوفی'' کے کچھ مجلدات ہمارے خاندانی کتب خانے میں بھی ہیں۔ ''مجلّہ صوفی مسلم صحافت[۳۱] کے آئینے میں'' کس قیمت کو ملتی ہے؟ کیسی کتاب ہے؟

ص۲۴۳ سطر ۶، ''مردم دیدہ'' اشاعت سے پہلے میری نظر سے حبیب گنج میں گزرا تھا۔ صدر یار جنگ کی فرمائش پر ٹائپ رائٹر مشین سے کسی نے حیدر آباد میں نقل تیار کی تھی، اسے ڈاکٹر سید عبداللہ نے مرتب کر کے اورینٹل کالج میگزین میں

شائع کیا یہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔

ص ۲۴۷ وسط صفحہ، فہرست شعراء غالباً اشپرنگر کی مرتب کردہ فہرست مخطوطات کا اردو ترجمہ مراد ہے جو الہٰ آباد سے شائع ہوا۔

ص ۲۵۰ آخری سطر، آج کل کم و بیش یہی حالت میری ہے جو مہر صاحب کی اس وقت تھی۔

ص ۲۵۳ سطر ۷، ناصر مرحوم[۳۲]: یہ کون صاحب ہیں؟ آپ کا ان پر نوٹ ہونا چاہیے تھا۔

ص ۲۵۴ خط ۲۹۶، یہ سطریں تشریح طلب تھیں، غالباً آپ چاہتے تھے کہ محبوب عالم[۳۳] سلمہ کا تعلق اس اخبار کے شعبۂ کتابت سے ہو جائے۔ یہ میرا محض قیاس ہے۔

ص ۲۵۶ خط ۲۹۸، نذیر صاحب[۳۴]: ان پر تشریحی نوٹ ہونا چاہیے۔

ص ۲۶۰ نیچے سے سطر ۶، یہ وہی اخبار ''آزاد'' تو نہیں جس کی مجھے نصف صدی سے تلاش ہے، ایک بار آپ سے بھی پوچھا تھا، آپ نے لاہور کے ایک اخبار ''آزاد'' کے ایک شمارے کے دو ایک صفحے کا عکس بھی بھیج دیا تھا، یہ دوسرا اخبار نکلا۔

میں اس روزنامہ ''آزاد'' کی تلاش میں ہوں، جو ۱۹۳۵ء۔۱۹۳۶ء میں لاہور سے عبدالباقی خاں اور صدیق طیب کی ادارت میں نہایت شاندار طور پر شائع ہوتا تھا۔ کاش اس کی فائل کہیں مل جائے، یہ احرار کا اخبار تھا یا نہیں مجھے نہیں معلوم۔

لیجیے صاحب کتاب ختم ہوئی، میں لکھتے لکھتے اور آپ پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہوں گے اب ختم کرتا ہوں۔

☆ اختتام پر یہ لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ:

☆ ''گنجینۂ مہر'' واقعی گنجینہ ہے معلومات کا۔ مولانا مہر کا حافظہ بے پناہ تھا اور علوم مستحضر تھے۔ اپنے خیالات کی ادائی پر کیسی قدرت انھیں حاصل تھی۔ ان کی نثر بہت خوبصورت ہے اور بعض سطور تو انشا پردازی کا بہترین نمونہ۔ یہ سارے اوصاف کسی فرد واحد میں بہت کم جمع ہوتے ہیں۔

☆ آپ بحیثیت مرتب بہت کامیاب رہے ہیں۔

☆ آپ کے لکھے ہوئے حواشی بہت اہم ہیں اور ہر طرح قابل قدر۔

☆ اشخاص پر بھی آپ کے نوٹس بڑے پر معلومات ہیں۔ آپ نے اپنی جن کتابوں میں اشخاص پر سوانحی نوٹس لکھے ہیں یہ کچھ اضافوں کے بعد کتابی شکل میں شائع کر دیں تو حوالے کی ایک اچھی کتاب بن جائے۔

☆ آپ کی کتاب بہت صحیح چھپی ہے، پروف ریڈنگ بہت توجہ سے کی گئی ہے، غلطیاں ہیں لیکن بہت کم۔

یہ صفحات، آپ کی کتاب پر تبصرہ و تنقید نہیں، کتاب پڑھتے وقت جو خیالات دماغ میں آتے رہے انھیں بغیر کسی تکلف کے سپرد قلم کرتا رہا۔ کہیں کہیں Loud Thinking کی کیفیت بھی ملے گی۔ بس جو خیال آتا رہا احتیاط کی چھلنی میں چھانے بغیر لکھتا گیا۔ امید ہے آپ ان ہفوات کا برا نہیں مانیں گے۔ کہیں کہیں اپنے بارے میں کچھ باتیں لکھ گیا ہوں کہ اس پچیس سال کے عرصے میں کبھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ۱۹۸۳ء کی ایک شام[۳۵] کو مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی اور پروفیسر محمد اسلم کے ساتھ ایک مختصر نشست میں آپ کو دیکھنا یاد آتا ہے۔ وہاں آپ سے بات چیت بھی نہ ہو سکی۔ بعد کو خط کتابت شروع ہوئی، اب

تک ہم دونوں خطوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ یقین مانیے آپ کی کتاب یا کوئی تحریر کبھی پڑھتا ہوں تو پڑھ کر خوش ہوتا ہوں۔ خدا آپ کو تندرست اور خوش وخرم رکھے کہ بدستور علمی وادبی کاموں میں مصروف رہیں۔ آپ سے موانست کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مدیر جہان رضا لاہور) اور مشفق خواجہ (ادیب ومنفرد مزاح نگار) کے دوستوں میں ہیں اور یہ دونوں مجھے حد درجہ محبوب ہیں۔

ہاں عزیزی محبوب عالم سلمہ کو دعا کہیے، مولانا ان سے کیسی محبت کرتے تھے، انھوں نے اپنے خطوط میں بار بار ان کا ذکر کیا ہے۔ مجھے بھی وہ بہت عزیز ہیں خدا کرے وہ خوش رہیں اور انھیں سعادت دارین حاصل ہو۔

کل ۱۴ر نومبر کو سرکاری کاغذات کی رو سے میں ان شاء اللہ ۸۵ سال کا ہو جاؤں گا، بچے اور ان کے بچے میرا یوم ولادت منا رہے ہیں، منع کرتا ہوں نہیں مانتے ان کی خوشی مجھے منظور ہے۔ بیس بائیس عزیز ایک رات جمع ہو جاتے ہیں ان کے ساتھ وقت اچھا گزر جاتا ہے۔

اب کہ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی ہے خط ختم کرتا ہوں۔ امید آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ والسلام خیر طلب

مختار الدین احمد

حواشی

۱۔ یہ شعر اقبال کا نہیں بلکہ حافظ ہی کا ہے (ملاحظہ ہو دیوان حافظ مع اصطلاحاتِ صوفیہ، مطبع نامی لکھنؤ، نومبر ۱۹۰۴ء)

۲۔ گیلانی مقام کا نام ہے نہ کہ منسوب بہ گیلان (نیز ملاحظہ ہو تبصرہ ص ۹۷)

۳۔ ''افکارِ غالب'' از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مکتبہ معین الادب لاہور سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔

۴۔ ''باغ دودر'' یہ صرف خطوط کا مجموعہ نہیں بلکہ غالب کی متفرق تحریرات نظم ونثر پر مشتمل ہے۔ یہ مجموعہ بعد میں سیّد وزیر الحسن عابدی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور کے دو شماروں اگست ۱۹۶۰ء اور اگست ۱۹۶۱ء میں شائع کر دیا۔

۵۔ اب یاد نہیں پڑتا آخری چیز کیا تھی۔

۶۔ مولانا نے درست لکھا تھا یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔

۷۔ اصل میں تشدید ی کے بجائے ط پر چاہیے۔

۸۔ جن فقرات کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے، ان کی تلاش کے لیے میں نے رقعات عالمگیری محشی مطبع مصطفائی لاہور (۱۲۹۵ھ) کی ورق گردانی کی تو مطلوبہ عبارت رقعہ نمبر ۵۴ میں نظر افروز ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے۔ آپ بھی مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔

> ''وشجاع غیر از سیر چشمی وصفے ندارد ومراد بخش مجہول الکیفیت باکل وشرب ساختہ دائم الخمر است مگر فلانی یعنی ایں عاجز فانی ذی عزم ومال اندیش بنظر می آید۔ اغلب کہ متحمل امر خطیر ریاست تواند شد''

یعنی شجاع میں بے طمع ہونے کے سوا اور کوئی خوبی نہیں اور مراد بخش ایسا ہے کہ جس کی حالت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا (دین ودنیا کو فراموش کر چکا ہے)۔ اسے صرف شراب نوشی سے سروکار ہے اور وہ ہر وقت نشے میں چور رہتا

ہے مگر فلاں یعنی یہ عاجز فانی (اورنگ زیب) صاحب ارادہ ودور اندیش نظر آتا ہے۔ غالباً یہ سلطنت کا بھاری بوجھ برداشت کرسکتا ہے۔

۹۔ اصل میں ''نہ'' کے بجائے ''نے'' ہے اور یہ شعر مثنوی مولانا روم کا ہے۔

۱۰۔ رسولِ رحمت۔ سیرت طیبہ پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مہر کے ۱۰۵ مقالات کا مجموعہ جسے مولانا مہر کی وفات کے بعد ان کے ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔

۱۱۔ باقیات ترجمان القرآن مرتبہ مولانا مہر درست کر کے بھیجی تھی۔ اس میں بعض الفاظ کی درستی کے متعلق استفسارات تھے۔ یہ ان کا جواب ہے۔

۱۲۔ سیرت ابن ہشام کا انگریزی ترجمہ The life of Muhammad کے نام سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں اس کی طباعت ثانی ۱۹۶۷ء میں پاکستان میں عمل میں لائی گئی۔ اس کے مترجم کا نام A. Guillaume ہے اور اسے اصل مصنف (ابن) اسحٰق کے نام سے چھاپا گیا۔ تفصیل کے لیے گنجینۂ مہر کی طرف رجوع کریں۔

۱۳۔ تاکہ تازہ دودھ کی گرمی دور ہو جائے۔

۱۴۔ اس لفظ کو مسالا خوردہ پڑھ لیں تو خلجان دور ہو جاتا ہے۔ یعنی اس عبارت پر کوئی مسالا لگا ہوا تھا جس کے سبب الفاظ ناقابل مطالعہ تھے۔

۱۵۔ یہ ترک علی شاہ ترکی قلندر کی تصنیف ہے۔ نظر نواز نہیں ہوئی۔

۱۶۔ اسد الغابہ (اردو ترجمہ) میں بھی بجلی کی شرح نہیں دی گئی۔

۱۷۔ یہ ملاقات ۲۵ر اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوئی تھی۔

۱۸۔ اب میں بھی غور وفکر کے بعد مختار الدین احمد صاحب کی رائے سے متفق ہوں کہ مشہور فلسفی عالم سے مراد مولانا ابوالکلام آزاد ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس مقام پر میں مولانا مہر کی اصل عبارت نقل کر رہا ہوں۔ کوئی صاحب علم اس پر روشنی ڈال سکیں تو میں احسان مند ہوں گا اور دوسروں کا بھی بھلا ہوگا:

دورِ حاضر کے ایک مشہور فلسفی عالم نے ان کا تخطیہ دیکھا تو لکھا:

ایسا نہ کہو۔ سکندر یونانی کے بارے میں ابھی سب کچھ معلوم ہی کب ہوا ہے حالانکہ اس کی بت پرستی اور ظلم دنیا پر آشکارا ہے۔ اگرچہ فاتح بہت بڑا تھا۔ اگر ابھی تک سب کچھ معلوم ہی نہیں تو اسے کیوں کر ذوالقرنین مانا گیا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ باتیں غلط ہیں۔ ہمیں صرف صحیح باتیں ماننی چاہییں۔

۱۹۔ فارق صاحب (خورشید احمد) کے ایک ہم عصر اور ہمارے مہربان مشہور نوشاہی بزرگ اور قلم کار سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے بھی اپنی ضخیم تصنیف ''شریف التواریخ'' پندرہ ضخیم جلدوں میں تحریر کی جس کی تین جلدیں کتابت کے بعد اسے ان کی اپنی ہی تحریر میں ادارہ معارف نوشاہیہ ساہن پال شریف گجرات نے شائع کر دیا۔ ''جائزے'' کی جلد اول میرے کتب خانہ میں ہے جو جمال پرنٹنگ پریس جامع مسجد دہلی سے ۱۹۸۱ء میں طبع ہوئی۔

۲۰۔ قارئین کرام! آپ بھی اس لطیفہ سے لطف اندوز ہوں:

سالک ومہر (مدیران روزنامہ ''انقلاب'' مرحوم) کے متعلق مشہور ہے کہ اول الذکر روزے پابندی سے رکھتے تھے جب کہ موخر الذکر پکے نمازی تھے چنانچہ اسی مناسبت سے ان ہر دو حضرات کے متعلق کسی کا مشہور مقولہ ہے کہ ''سالک ومہر صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔'' شعر کی زبان میں اسے غالباً صنعت ارصاد کہتے ہیں۔

۲۱۔ تاریخ بغاوت ہند کے کسی انگریز مورخ کے نام کا مخفف معلوم ہوتا ہے۔

۲۲۔ شیخ محمد سعید ابن امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی۔ مرتبہ حکیم عبدالمجید سیفی بیڈن روڈ لاہور ۱۳۸۵ھ باعانت محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور۔

۲۳۔ میرے علم کے مطابق یہ ایڈیشن مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے ۲۰۰۳ء میں اور غالباً اسی سال رضا اکیڈمی ممبئی (انڈیا) سے چھپا۔

۲۴۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی عقیدہ کے لحاظ سے قادیانی تھے۔

۲۵۔ زیر بحث دیوان صرف نویدی ہے۔ اس کے ساتھ آفریدی کا لاحقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ بہت ضخیم ہے۔ یہ دیوان صرف سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ہے جو مطبع مجیدی کانپور سے ۱۹۱۵ء میں چھپا۔ یہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ دو مزید ایڈیشن (۱) مطبع منشی نولکشور لکھنو سے ۱۸۸۰ء میں اور (۲) مطبع محمدی حاجی محمد حسین (س۔ن) سے اشاعت پذیر ہوئے۔

۲۶۔ ''کھانا'' اور ''کھانی'' کے استعمال کے متعلق استفسار تھا۔ ''کھانا'' کے بعد، لگا دیا جاتا تو الجھن نہ ہوتی۔

۲۷۔ یہ کمپیوٹر کی کارستانی ہے۔

۲۸۔ میں نے ایک سادہ ڈائری برائے ۱۹۶۹ء غالب صدی کی مناسبت سے پیش کی تھی تاکہ آپ غالب کے متعلق اس میں متفرق چیزیں جمع کرتے رہیں۔ یہ اسی ڈائری کا ذکر ہے جو آپ نے ۱۷/اکتوبر ۱۹۶۹ء کو مکمل کر کے مجھے لوٹا دی اور ان معلومات مفیدہ کا نام ''دستۂ گل'' تجویز کیا۔

۲۹۔ اقبال شیدائی مرحوم کے خطوط کا پلندہ میں نے پروفیسر محمد اسلم مرحوم کے برخوردار محمد ظفر سے حاصل کر کے مشفق خواجہ صاحب کو ان کے اصرار پر ارسال کر دیا تھا۔ تاہم یہ خطوط چھپے نہیں۔

۳۰۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام کے بعد رسالہ ''سب رس'' کے غالب نمبر کا ذکر شروع ہو جاتا ہے جو آپ کے لیے اشتباہ کا سبب بنا۔

۳۱۔ یہ کتاب مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور نے ۲۰۰۱ء میں شائع کی تھی جس کی قیمت ۹۰ روپے تھی۔

۳۲۔ ناصر مرحوم سے مراد مصر کے سابق صدر جمال عبدالناصر ہیں۔

۳۳۔ برخوردار محبوب عالم نہیں بلکہ عزیزم محمد شریف گل خواہر زادۂ راقم مراد ہے

۳۴۔ نذیر صاحب کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا، نہ مولانا کے گھر سے اور نہ ہی کسی اور ذریعہ سے۔

۳۵۔ مختار الدین احمد صاحب کو ذہول ہوا۔ یہ ۱۹۸۳ء نہیں بلکہ ۲۵/اپریل ۱۹۸۲ء کا واقعہ ہے جیسا کہ پیشتر ازیں حاشیہ نمبر ۱۷ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

۳۶۔ مختارالدین احمد کی تاریخ ولادت ۱۳۳۶ھ ہے اور ''مختارالدین احمد'' ان کا تاریخی نام ہے جو ان کے والد مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی فاضل بہاری کی درخواست پر ان کی دوسری اولاد کی طرح مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ''مختارالدین احمد'' رکھا جس سے ان کا سال ولادت ۱۳۳۶ھ مستخرج ہوتا ہے جو بقاعدۂ تقویم 1918ء بنتا ہے۔ اس حساب سے موصوف کی عمر ۹۱ سال بنتی ہے نہ کہ ۸۵ سال۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے یا ان کے والد گرامی نے کسی مصلحت کی بنا پر عمر میں چھ سال کی کمی کر دی۔ موصوف لکھنے یا بات چیت کرنے میں ''سرکاری کاغذات کی رو سے'' کا فقرہ استعمال کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اسے ہی درست مانا جائے۔ تاریخی نام تجویز کرنے کی درخواست کا ذکر مولانا ظفرالدین بہاری کی کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' (جلد اول) کے صفحہ ۱۴۲ پر موجود ہے جسے مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ کراچی نے شائع کیا۔

اب معلوم ہوا کہ اس نکتہ پر پیشتر ازیں جناب محمد ولی اللہ قادری ۲۰ر جولائی ۲۰۱۰ء کے اخبار ''قومی تنظیم'' پٹنہ میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر میرے نقطہ نظر کا موید ہے۔ البتہ انھوں نے ۱۳۳۶ھ کے تعین کے بعد سنہ عیسوی سے تطبیق دینے کی کوشش نہیں کی۔ اس لحاظ سے ان کی عمر بوقت وصال (۳۰ر جون ۲۰۱۰ء) ۹۲ سال بنتی ہے نہ کہ ۸۶ سال جیسا کہ ان سے متعلق تحریروں میں بیان کیا گیا ہے۔

(خط کے متن میں بعض وضاحتیں خطوط وحدانی میں مکتوب الیہ کی طرف سے کی گئی ہیں)